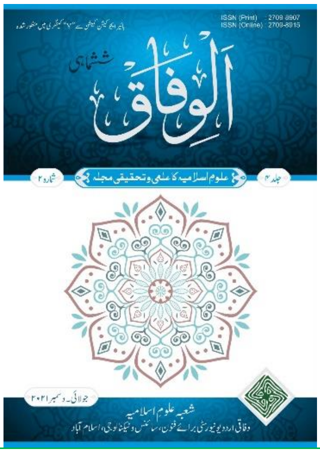

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 4, Issue 2 (July - December 2021)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v4i2
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article

جہالتِ راوی کے مصداق اور حکم میں محدثین واصولیین کا منہج واسلوب

Method and Style of Muḥaddithīn and Uṣūliyyīn regarding the Meaning and Ruling of Obscurity of the Narrator

Indexing

Authors
Habib ur Rehman [1]

Affiliations
[1] Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Published
31 December 2021

Article DOI
https://doi.org/10.55603/alwifaq.v4i2.u2

QR Code

Citation
Habib ur Rehman, *"An Analytical Study of the Modern Concept of Lease in the Context of Early Islamic Jurisprudential Teachings"*, Al-Wifaq, 2021, Vol.4, No.2, 21–44

Copyright Information:
جہالتِ راوی کے مصداق اور حکم میں محدثین واصولیین کا منہج واسلوب Method and Style of Muḥaddithīn and Uṣūliyyīn regarding the Meaning and Ruling of Obscurity of the Narrator © 2021 by Habib ur Rehman is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information:
Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

جہالتِ راوی کے مصداق اور حکم میں محدثین واصولیین کا منہج واسلوب

Method and Style of Muḥaddithīn and Uṣūliyyīn regarding the Meaning and Ruling of Obscurity of the Narrator

*حبیب الرحمٰن

ABSTRACT:

The obscurity of the narrator is one of the reasons for defamation in the narrator, on the basis of which the narrator is deprived of the status of acceptance. There is a difference of opinion among Muḥaddithīn and Uṣūliyyīn as to its meaning and there is also a difference in ruling on the basis of this. According to the Muḥaddithīn, obscurity depends on the number of narrators narrating from a narrator, and according to the Ḥanafī Uṣūliyyīn, it depends on the number of narrations. Therefore, if two or more narrators narrate from a narrator, he will go out of obscurity, while according to the Ḥanafī Uṣūliyyīn, if only one or two narrators narrate from him, it is a sign that he is not associated with this science.

In the rule of obscure narrator's narration, Ḥanafī Uṣūliyyīn consider the era, so basically, the narration of an obscure narrator at an early age is acceptable except that there is another reason for not considering it. On the contrary, the obscure narrator is unreliable from the point of view of the Muḥaddithīn unless there is some evidence to dispel his obscurity. The point of view of Mutakallimīn is close to that of the Muḥaddithīn in this regard.

KEY WORDS:

Obscurity of the Narrator, Muḥaddithīn, Uṣūliyyīn, Mutakallimīn

حدیث کے راوی میں وہ امور جن کی وجہ سے اس کی روایت درجہ قبول سے ساقط ہو جاتی ہے انہیں اسبابِ طعن سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان اسباب میں سے ایک سببِ طعن راوی میں جہالت ہے جس کی وجہ سے راوی کو مجہول قرار دیا جاتا ہے۔ محدثین کے ہاں جہالت کا مفہوم اور اس کا حکم اس سے مختلف ہے جو اس بارے میں فقہاء احناف کا مؤقف ہے۔ ذیل میں اس اختلاف کا محل اور اس کے اسباب کا جائزہ لیا جائے گا۔

*پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

جہالت کا لغوی مفہوم

جہالت لغت میں علم کی ضد ہے۔ صاحبِ تاج العروس لکھتے ہیں:

جَهِلَه، كسَمِعَه، جَهْلاً وجَهالَةً: ضِدُّ عَلِمَهُ.[1] ...الجَهْل: نَقِيضُ العِلْم[2]

محدثین کے ہاں جہالت کا اصطلاحی مفہوم:۔

محدثین کے ہاں جہالت کی مختلف اقسام ہیں اس لیے جہالت کی تعریف ان اقسام کے ضمن میں کی جاسکتی ہے۔ پھر متقدمین ومتاخرین کے ہاں جہالت کی تقسیم میں بھی تنوع ہے۔

حافظ ابن الصلاحؒ(643ھ)نے بلحاظِ جہالت، راوی کی درج ذیل تین اقسام بنائی ہیں:

1۔ ظاہر وباطن دونوں کے لحاظ سے مجہول:۔

الْمَجْهُولُ الْعَدَالَةِ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ جَمِيعًا[3]

مجہول کی پہلی قسم یہ ہے کہ راوی عدالتِ ظاہرہ وباطنہ دونوں کے اعتبار سے مجہول ہو۔

عدالت ظاہرہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں فسق کا علم نہ ہو اور عدالت باطنہ سے مراد یہ ہے کہ اصحاب جرح وتعدیل نے اس کی توثیق کی ہو۔اس کی توضیح کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ(794ھ)لکھتے ہیں:

قلت مراده بالعدالة الظاهرة العلم بعدم الفسق وأما الباطنة فهي التي يرجع فيها إلى أقوال المزكي[4]

میں یہ کہتا ہوں کہ عدالتِ ظاہرہ سے مراد عدم فسق کا علم ہے۔ البتہ عدالت باطنی کا تعلق تزکیہ کرنے والوں کے اقوال سے ہے۔

شارح الفیہ شیخ زکریا انصاریؒ(926ھ)اس قسم کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

(مجهول حال باطن وظاهر)من العدالة والجرح مع معرفة عينه برواية عدلين عنه[5]

یہ وہ راوی ہوتا ہے جس کی توثیق تو کسی نے نہ کی ہو البتہ اس کے بارے میں جرحِ مبہم منقول ہو[6]

ان دونوں اقوال کا حاصل یہ ہے کہ جس راوی جس کی کسی نے نہ توثیق کی ہو نہ جرح یا پھر جرح ہو لیکن مبہم ہو۔

2۔باطن کے لحاظ سے مجہول

الثاني: المجهول الذي جهلت عدالته الباطنة، وهو عدل في الظاهر، وهو المستور[7]

مجہول کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی صرف عدالتِ باطنہ مجہول ہو، عدالتِ ظاہرہ معلوم ہو، اسے مستور بھی کہتے ہیں۔

3۔ مجہول العین:۔

الثالث: المجهول العين، وقد يقبل رواية المجهول العدالة من لا يقبل رواية المجهول العين، ومن روى عنه عدلان وعيناه فقد ارتفعت عنه هذه الجهالة.[8]

مجہول العین سے ابن الصلاحؒ کی مراد کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ (794ھ) لکھتے ہیں:

أراد به من لم يرو عنه إلا واحد[9]

کہ ابن الصلاحؒ کی مجہول العین سے مراد یہ ہے کہ جس سے صرف ایک راوی نے روایت بیان کی ہو۔

مجہول کی یہ تقسیم امام نوویؒ (676ھ)[10] نے التقریب میں اور علامہ عراقی (806ھ) نے التبصرہ والتذکرہ[11] میں اور علامہ سخاویؒ (902ھ) نے فتح المغیث[12] میں ذکر کی ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام حضرات جن کا کام مقدمہ ابن الصلاح پر ہے انہوں نے اسی تقسیم کو ذکر کیا۔

اس کے برعکس حافظ ابن حجرؒ (852ھ) نے بلحاظِ جہالت، راوی کی دو قسمیں بنائی ہیں۔

1۔ مجہول العین 2۔ مجہول الحال

1۔ مجہول العین:۔

مجہول العین سے مراد ایسا راوی ہے جس کا نام تو معلوم ہے لیکن اس سے صرف ایک راوی ہی روایت لے رہا ہے۔

فإن سمي الرَّاوي وانْفَرَدَ راوٍ واحِدٌ بالرِّوايةِ عَنْهُ؛ فهو مَجْهولُ العَيْنِ كالمُبْهَمِ[13]

اگر راوی کا نام معلوم ہو اور اس سے روایت کرنے میں ایک راوی منفرد ہو تو مجہول العین کہلاتا ہے، جیسا کہ مبہم ہوتا ہے۔

علامہ سخاویؒ (902ھ) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسے بہت سے اہل علم کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

وهوكما قاله غىرواحد، من له راو واحد فقط[14]

مجہول العین (جیسا کہ بہت سے حضرات نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ) وہ شخص ہے جس کا فقط ایک ہی راوی ہو۔

یعنی محدثین کے ہاں مجہول العین وہ راوی ہوتا ہے جس کا راوی ایک ہو، خواہ اس کی مرویات ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہوں۔

2۔ مجہول الحال

مجہول راوی کی دوسری قسم مجہول الحال ہے اور اسے مستور بھی کہتے ہیں۔ اس کی تعریف حافظ ابن حجرؒ (852ھ) نے یوں کی ہے:

إنْ روی عنه اثنانِ فصاعِدا ولم یوثقْ فهومَجْهول الحالِ، وهو المسْتور [15]

اگر راوی سے دو یا زیادہ روایت کریں اور اس کی توثیق نہ کی گئی ہو تو وہ مجہول الحال ہے، اور اسے ہی (محدثین کی اصطلاح میں) مستور کہتے ہیں۔

تقسیماتِ مجہول پر تبصرہ

ان تقسیمات میں مجہول العین اور مجہول الحال قدر مشترک ہے ان کی تعریفات میں معمولی لفظی فرق کے علاوہ کوئی حقیقی فرق نہیں البتہ ان تقسیمات میں دو امور مختلف فیہ ہیں۔

1۔ قسم ثالث جسے مجہول الحال باطنی سے تعبیر کیا ہے۔

2۔ مستور کا مصداق

حافظ ابن الصلاحؒ کے ہاں جو تیسری قسم ہے وہ ایک زائد قسم ہے جسے وہ مجہول الحال باطنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ قسم ان کی قسم ثانی کے نزدیک تر ہے ابن الصلاحؒ کی دوسری دو اقسام اور حافظ ابن حجرؒ کی مجہول الحال والی قسم قریب قریب ہیں کیونکہ دونوں قسموں میں عدالت باطنی مفقود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اس راوی کی توثیق نہیں کی اور اگر اس میں عدمِ فسق کا علم ہے تو قسم ثالث اور اگر اس کا بھی علم نہ ہو تو قسم ثانی۔ اس لیے ذیل میں صرف مجہول العین اور مجہول الحال پر تبصرہ کیا جائے گا۔

دوسرا امر مستور کا مصداق ہے، حافظ ابن الصلاحؒ تیسری قسم پر مستور کا اطلاق کرتے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ اور ان کے پیرو قسم ثانی پر مستور کا اطلاق کرتے ہیں۔ اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ متاخرین کے نزدیک مستور کا اطلاق اس راوی پر ہو گا جس کا ظاہر و باطن دونوں مجہول ہوں خواہ اس سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد ہوں اور متقدمین کے نزدیک مستور اس راوی کو کہتے ہیں جو ظاہراً عادل ہو البتہ اس کی باطنی عدالت معلوم نہ ہو۔ حافظ ابن حجرؒ نے مجہول الحال اور مستور میں فرق نہیں کیا جبکہ ان کے پیش محدثین نے ان دونوں قسموں میں فرق کیا ہے جن میں ابن الصلاحؒ، علامہ نوویؒ، علامہ عراقی اور علامہ سخاویؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے مجہول الحال کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ مجهول العدالة ظاهرًا وباطنًا ہے اور مستور کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ مجهول العدالة باطنًا لا ظاهرًا ہے کیونکہ اس کے بارے میں عدم فسق کا علم ہے۔ اس فرق کا فائدہ ان حضرات کو ہو سکتا ہے جنہوں نے رواۃ حدیث کو دیکھا ہے، بعد کے زمانوں کے اعتبار سے چونکہ رواۃ کے حالات کا دارومدار صرف کتب جرح وتعدیل پر ہی ہے اس لیے ان میں فرق کرنا مشکل ہے اسی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ کی تقسیم ہی کو رواج مل گیا ہے اور بعد کے تقریباً تمام لکھنے والوں نے اسی تقسیم کو لیا ہے۔

محدثین کے ہاں مجہول العین کا حکم:۔

محدثین کے ہاں مجہول العین راوی کی روایت مردود ہے الا یہ کہ اس کے راوی کے علاوہ کوئی اور راوی اس کی توثیق کر دے تو پھر اس کی روایت مقبول ہو گی ورنہ نہیں۔ یا وہی راوی ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہو اور وہ اپنے مروی عنہ کی توثیق کر دے تو ایسی صورت میں بھی اس کی روایت مقبول ہو جائے گی۔

ابن الصلاحؒ (643ھ) فرماتے ہیں:

وروايته غير مقبولة عند الجماهير.[16]

کہ اس کی روایت جمہور کے ہاں غیر مقبول ہے۔

اسی کو علامہ عراقیؒ (806ھ) نے اختیار کیا ہے۔[17] حافظ ابنِ حجرؒ (852ھ) نے اس کو قبول کرنے کے لیے یہ شرط عائد کی ہے کہ اس کی راوی کے علاوہ کسی اور نے توثیق کی ہو یا خود راوی نے اس کی توثیق کی ہو جبکہ وہ اس کا اہل بھی ہو۔

لايقبل حديثه إلاأن يوثقه غيرمن ينفرد عنه على الأصح، وكذامن ينفردعنهُ على الأصح إذاكانَ متأهلا لذلك.[18]

اصح قول کے مطابق اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی مگر یہ کہ اس کی توثیق اس سے منفرد راوی کے علاوہ کوئی اور راوی کرے۔

"علی الاصح" سے اس بات کی اشارہ ملتا ہے کہ اس مسئلہ میں محدثین کے ہاں اور بھی اقوال ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں اس کے بارے میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔

جلال الدین سیوطیؒ (911ھ) تدریب الراوی میں لکھتے ہیں:

(و أما مجهول العين) وهو القسم الثالث من أقسام المجهول (فقد لا يقبله بعض من يقبل مجهول العدالة) ورده هو الصحيح الذي عليه أكثر العلماء من أهل الحديث و غيرهم وقيل يقبل مطلقا وهو قول من لا يشترط في الراوي مزيدا على الإسلام وقيل إن تفرد بالرواية عنه من لا يروى إلا عن عدل كابن مهدي ويحيى بن سعيد واكتفينا في التعديل بواحد قبل وإلا فلا وقيل إن كان مشهورا في غير العلم بالزهد أو النجدة قبل وإلا فلا واختاره ابن عبد البر وقيل إن زكاه أحد من أئمة الجرح والتعديل مع رواية واحد عنه قبل وإلا فلا واختاره أبو الحسن بن القطان وصححه شيخ الإسلام[19]

مجہول العین جو کہ مجہول کی اقسام میں تیسری قسم ہے، تو بعض دفعہ اسے وہ حضرات قبول نہیں کرتے جو مجہول العدالت کی روایت کو قبول نہیں کرتے، اور اس قسم کی روایت کو رد کرنا ہی صحیح ہے، یہی اکثر محدثین وغیرہ کا مذہب ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مطلقًا مقبول ہے، یہ ان حضرات

کا قول ہے جو راوی میں اسلام سے زائد شرط نہیں عائد کرتے، ایک قول یہ ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے میں منفرد ایسا شخص ہو جو صرف عادل راویوں سے ہی روایت کرتے ہیں، جیسے ابن مہدی، یحیی بن سعیدؒ اور ہم ایک شخص کی تعدیل کو کافی سمجھ لیں تو پھر اسے قبول کرلیں گے ورنہ نہیں، اور ایک قول یہ ہے اگر وہ راوی زہد وبزرگی میں معروف ہو تو اس کی روایت قبول کرلیں گے ورنہ نہیں، اسے ابن عبد البر نے اختیار کیا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے ایک شخص کے روایت لینے کے ساتھ ساتھ ائمہ جرح وتعدیل میں سے کوئی ایک اس کی تعدیل کرے تو اس کی روایت قبول کرلی جائے گی ورنہ نہیں، اسے ابو الحسن القطان نے اختیار کیا ہے اور شیخ الاسلامؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ مجہول العین کے حکم میں کئی اقوال ہیں۔

1۔ اس کی روایت مطلقا مردود ہے، یہ جمہور محدثین کا قول ہے

2۔ جو حضرات راوی میں اسلام سے زائد کوئی شرط عائد نہیں کرتے ان کے ہاں مجہول العین کی روایت مطلقا مقبول ہے۔

3۔ مجہول کا راوی اگر ثقات ہی سے روایت لیتا ہو اور اکیلے اس کی تعدیل کو کافی سمجھا جاتا ہو تو اس کے مجہول شیخ کی روایت مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔ جیسے ابن مہدیؒ، یحیی بن سعید القطانؒ وغیرہ

4۔ اگر مجہول شیخ، زہد وتقوی میں معروف ہو تو اس کی روایت مقبول ہوگی، یہ ابن عبد البرؒ کا مختار قول ہے۔

5۔ اگر ائمہ جرح وتعدیل میں سے کوئی ایک بھی اس کی توثیق کردے خواہ وہی اس کا منفرد راوی ہو یا کوئی اور منفرد ہو تو اس کی روایت مقبول ہوگی ورنہ نہیں، اسے حافظ ابنِ حجرؒ نے ترجیح دی ہے۔

محدثین کے ہاں مستور اور مجہول الحال کا حکم:۔

جمہور محدثین کے ہاں مجہول الحال راوی کی روایت مردود ہے، البتہ بعض محدثین کے ہاں مجہول الحال کی روایت مطلقاً مقبول ہے جبکہ دیگر بعض حضرات کے ہاں اس میں کچھ تفصیل ہے۔

جلال الدین سیوطیؒ (911ھ) فرماتے ہیں:

(ورواية المستور وهو عدل الظاهر خفي الباطن) أي مجهول العدالة باطنا (يحتج بها بعض من رد الأول وهو قول بعض الشافعيين)كسليم الرازي قال لأن الإخبار مبني على حسن الظن بالراوي ولأن رواية الأخبار تكون عند من يتعذر عليه معرفة العدالة في الباطن فاقتصر فيها على معرفة ذلك في الظاهر بخلاف الشهادة فإنها تكون عند الحكام فلا يتعذر عليهم ذلك[20]

اور مستور کی روایت، جو ظاہری طور پر عادل ہو اور اس کی عدالتِ باطنی مخفی ہو، اس سے بعض حضرات استدلال کرتے ہیں جنہوں نے پہلی قسم (جو ظاہرا و باطنا دونوں طرح مجہول ہو) کی روایت کو رد کیا ہے اور یہ بعض شوافع کا قول ہے، جیسے سُلَیم بن ایوب الرازي ہیں۔ کیونکہ روایت بیان کرنا راوی سے حسنِ ظن پر مبنی ہوتا ہے، اور اس لیے کہ روایات کو ایسے حضرات بیان کرتے ہیں جن کے لیے رواۃ کی باطنی عدالت پر مطلع ہونا مشکل ہوتا ہے اس لیے وہ ظاہری عدالت پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں، بخلاف شہادت کے، کہ اس کا معاملہ ایسے حکام کے پاس ہوتا ہے جن کے لیے گواہوں کے باطن کو جاننا مشکل نہیں ہوتا۔

یعنی جمہور کے ہاں تو اس کی روایت مردود ہے لیکن بعض شوافع کے نزدیک یہ مقبول ہے کیونکہ رواۃ کی باطنی عدالت پر مطلع ہونا عموما مشکل ہوتا ہے اس وجہ سے ایسی روایت کو رد نہیں کیا جائے گا چنانچہ عدالتِ ظاہری کی بنیاد پر ہی روایت کو لے لیا جائے گا۔

ابن الصلاحؒ کے نزدیک بھی اس قسم کے بارے میں یہی بہتر ہے کہ اس قسم کی روایات کو رد نہ کیا جائے، خصوصا ایسے رواۃ کی احادیث کہ جو قدیم دور کے ہیں اور بعد کے لوگوں پر ان کے تفصیلی حالات تک رسائی آسان نہیں۔

ابن الصلاحؒ (643ھ) فرماتے ہیں:

يشبه أن يكون العمل على هذا في كثير من كتب الحديث في جماعة من الرواة تقادم العهد بهم وتعذرت خبرتهم باطنا [21]

مناسب یہ ہے کہ کتب حدیث کے بہت سے ان روات کے بارے میں اسی قول پر عمل کیا جائے جو قدیم زمانے کے ہیں اور ان کے باطنی احوال کو جاننا مشکل ہے۔

البتہ مجہول الحال راوی کے بارے میں حافظ ابنِ حجرؒ نے توقف کے قول کو ترجیح دی ہے، کہ ایسی روایات کے بارے میں نہ تو مطلقًا قبول کا قول کیا جائے، اور نہ ہی مطلقًا رد کیا جائے گا بلکہ اس کے حالات ظاہر ہونے تک اس میں توقف کیا جائے گا۔ پھر جس طرح کے حالات سامنے آئیں ان کے مطابق اس کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجرؒ (852ھ) فرماتے ہیں:

وقد قَبلَ روايته جماعة بغيرِقيد، وردها الجُمهورُ.والتَّحقيقُ أَنَّ روايةَ المستورِ ونحوِهِ ممَّا فيهِ الاحتِمالُ لا يُطلَقُ القولُ بردها ولابِقَبولِها، بل يقال هي موقوفة إلى اسْتِبانَةِ حالِه [22]

اس (مجہول الحال) کی روایت کو ایک جماعت نے بغیر کسی قید کے قبول کیا ہے، اور جمہور نے اسے رد کیا ہے۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے مستور وغیرہ کی روایت جن میں احتمال (ضعف وغیرہ کا) ہوتا ہے ان کو نہ تو مطلقا قبول کیا جائے گا

اور نہ ہی مطلقارد کیا جائے گا، بلکہ اس میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کا حال واضح ہو جائے۔

یعنی اگر اس کے حال سے اس کی عدالت معلوم ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی ورنہ رد کر دی جائے گی۔ لیکن یہ توقف بھی در حقیقت رد ہی ہوتا ہے کیونکہ جب حدیث قابلِ استدلال واحتجاج نہ ہو تو وہ ایک طرح سے مردود ہی ہوتی ہے اگرچہ اس وجہ سے نہیں کہ اس میں ضعف آگیا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس میں صفاتِ قبول نہیں پائی گئیں۔

احناف کے ہاں خبر مجہول کا مفہوم:۔

احناف اصولیین نے محدثین کی طرح مجہول کی تین یا دو اقسام نہیں بنائیں بلکہ ان کے ہاں ایک ہی قسم ہے جسے وہ مستور یا مجہول الحال کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ احناف اصولیین کے ہاں جہالت راوی کی بنیاد راوی کا حدیث کے اخذ و تحدیث میں معروف ہونا ہے، رواۃ کی تعداد پر اس کا مدار نہیں جیسا کہ محدثین کے ہاں معروف ہے جیسا کہ سابقہ بحث میں تفصیل سے بیان ہوا۔ ذیل میں احناف اصولیین کی بنیادی کتابوں سے مجہول کی تعریف ذکر کی جاتی ہے۔

امام جصاص رازیؒ (370ھ) نے مجہول کی باقاعدہ تعریف نہیں کی البتہ ضمناان کے کلام سے تعریف اخذ کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ نے مجہول دو قسمیں کی ہیں:

1۔ مجہول من السلف، 2۔ مجہول بعد السلف

قسم اول پر بات کرتے ہوئے حضرت معقل بن سنان الاشجعی کی روایت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

أَلَا تَرَى أَنَّهُ قَالَ: لَا تُقْبَلُ شَهَادَاتُ الْأَعْرَابِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَإِنَّمَا رَدَّ خَبَرَهُ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَعْرُوفًا بِتَحَمُّلِ الْعِلْمِ، وَنَقْلِ الْأَخْبَارِ[23]

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ عیسی بن ابان نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر دیہاتیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) ان کی خبر کو اس لیے رد کیا کہ یہ تحمل علم اور احادیث کو نقل کرنے میں معروف نہیں تھے۔

اس عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ عہد سلف کے اس راوی کو مجہول کہا جائے گا جو اخذ و تحدیثِ روایت میں معروف نہ ہو۔ یہی تعریف بعد کے اصولیین سے منقول ہے۔

ابوزید دبوسیؒ (430ھ) لکھتے ہیں:

الراوي إما أن يكون معروفاً بعلمه ونسبه، أو مجهولاًما عرف إلا بحديث رواه أو بحديثين.[24]

راوی یا تو اپنے علم اور نسب میں معروف ہو گا یا مجہول ہو گا کہ ایک یا دو حدیثوں کے سوی معروف نہ ہو۔

شمس الائمہ سرخسیؒ (490ھ) ذرا اور وضاحت کے ساتھ مجہول کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَأَما الْمَجْهُول فَإِنَّمَا نعني بِهَذَا اللَّفْظ من لم يشْتَهر بطول الصُّحْبَة مَعَ رَسُول الله ﷺ إِنَّمَا عرف بِمَا رُوِيَ من حَدِيث أَوحديثين نَحْو وابصة بن معبد وَسَلَمَة بن المحبق وَمَعْقِل بن سِنَان الْأَشْجَعِيّ رَضِي الله عَنْهُم وَغَيرهم[25]

البتہ مجہول راوی تو اس لفظ سے ہماری مراد ایسا راوی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے طول صحبت میں مشہور نہ ہو اس کی شہرت فقط ان ایک دو روایات سے ہو جو اس دے مروی ہیں جیسے وابصہ بن معبد اور سلمہ بن المحبق اور معقل بن سنان الاشجعی رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

فخر الاسلام بزدویؒ (482ھ) نے اختیار کیا ہے[26] عبد العزیز البخاریؒ (730ھ) جو محققین اصولیین میں شمار ہوتے ہیں، وہ حنفیہ کے ہاں اس اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المراد منه من لم يعرف ذاته إلا برواية لحديث النبي رواه ولم يعرف عدالته ولا فسقه ولا طول صحبته [27]

مجہول سے مراد وہ راوی ہے جس کی ذات نبی اکرم ﷺ کی حدیث کی روایت سے ہی معروف ہو جسے اس نے رایت کیا ہو اور اس کی عدالت و فسق اور اللہ کے نبی سے طول صحبت معروف نہ ہو۔

ابن امیر الحاجؒ (879ھ) لکھتے ہیں:

المراد بالمجهول عندهم من لم يعرف ذاته إلابرواية حديث أوحديثين، ولم تعرف عدالته ولافسقه ولاطول صحبته [28]

مجہول سے مراد احناف اصولیین کے ہاں وہ راوی مراد ہے جس کی ذات ایک دو حدیثوں کی روایت سے ہی معروف ہو اور اس کی عدالت و فسق اور اللہ کے نبی سے طول صحبت معروف نہ ہو۔

اسی سے ملتے جلتے الفاظ اسی مضمون کو دیگر احناف اصولیین نے بیان کیا ہے۔ ان سب تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ احناف کے نزدیک جہالت راوی کی بنیاد یہ ہے کوئی راوی قرن اول میں حدیث کے اخذ و تحدیث کے شغل میں معروف نہ ہو اکا دکا روایات اس سے مروی ہوں خواہ اس سے روایت لینے والے کم ہوں یا زیادہ۔

احناف کے ہاں خبر مستور کا مفہوم:۔

عبد العزیز بخاریؒ (730ھ) مستور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِي لَمْ يُعْرَفْ عَدَالَتُهُ وَلَا فِسْقُهُ.[29]

مستور وہ راوی ہوتا ہے جس کی عدالت و فسق معلوم نہ ہو۔

مستور کی یہی تعریف شارحین "التحریر" ابن امیر حاجؒ (879ھ) نے التقریر والتحبیر میں[30] اور محمد امین امیر بادشاہؒ (972ھ) نے تیسیر التحریر میں[31] نقل کی ہے۔

ابن الحنبلیؒ (971ھ) مستور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مَن كان عدلاً في الظاهر ولم تعرف عدالته في الباطن مطلقًا، سواء انفرد بالرواية عنه واحد ام رَوَى عنه اثنان فصاعدًا [32]

مستور وہ راوی ہے جو ظاہری طور پر عادل ہو اور اس کی باطنی عدالت مطلقا معلوم نہ ہو خواہ اس سے ایک راوی روایت کرے یا زیادہ۔

مستور کی کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ اس کی عدالت و فسق معلوم نہ ہو، خواہ اس سے روایت لینے والے ایک دو ہوں یا زیادہ۔ اور مجہول کی تعریف بھی اس کے قریب ہے۔ چنانچہ عبد العزیز بخاریؒ اور ابن امیر حاجؒ اور دیگر بہت سے محققین نے مجہول کی تعریف اور مستور کی تعریف میں فرق نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ احناف کے ہاں تعریف کے لحاظ سے ان دو میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ استعمال کے لحاظ سے ان میں فرق موجود ہے جیسا کہ آنے والی بحث میں اس کی نشاندہی کی جائے گی۔

احناف اور محدثین میں جہالت کے مفہوم میں فرق:۔

1۔ محدثین کے ہاں جہالت کا مدار رواۃ حدیث کی تعداد پر ہے، یعنی اگر کسی راوی سے روایت کرنے والا ایک ہو تو وہ مجہول العین کہلاتا ہے اور اگر روایت کرنے والے دو یا زیادہ ہو جائیں تو جہالت ختم ہو جاتی ہے اور وہ معروف قرار پاتا ہے۔ لیکن اگر اس راوی سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ بھی ہوں لیکن اس راوی کے بارے میں کسی سے جرح و تعدیل منقول نہ ہو تو وہ بھی مجہول کہلاتا ہے جسے وہ مجہول الحال سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسے راوی کی جہالت تب ہی دور ہو گی جب اس کے بارے میں کسی بھی اہل فن کی توثیق ثابت نہ ہو جائے۔[33] اس کے برعکس احناف کے جہالت کا مدار راوی حدیث کی روایات کے اخذ و تحدیث میں شہرت پر ہے اور اس کا معیار احناف کے ہاں مرویات کی تعداد پر ہے چنانچہ اگر اس کی مرویات زیادہ ہیں تو یہ اسکی علم حدیث میں مشغولیت میں شہرت کی علامت ہے خواہ اس سے روایت لینے والے کم ہوں یا زیادہ اور اگر اس کی مرویات کی تعداد کم ہے یعنی ایک یا دو روایات اس سے مروی ہیں تو وہ مجہول کہلائے گا خواہ اس سے رویت لینے والوں کی تعداد زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

2۔ محدثین کے ہاں جہالت کی دو اقسام ہیں، 1۔ مجہول العین، کہ جس سے صرف ایک راوی روایت بیان کرے۔ 2۔ مجہول الحال، کہ جس سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ ہوں لیکن اس کی جرح و تعدیل سے ائمہ جرح

وتعدیل خاموش رہیں۔ جبکہ احناف کے ہاں اس قسم کی کوئی تقسیم نہیں ہے بلکہ ان کے ہاں ایک ہی قسم ہے جس پر وہ مجہول اور مستور دونوں کا اطلاق کرتے ہیں۔

3۔ محدثین کے ہاں جہالت کی تعریف میں کسی زمانے کی قید نہیں بلکہ ہر زمانے کے راوی پر اس کا اطلاق کیا جاسکتا ہے اس کے برعکس احناف کے ہاں جہالت کی تعریف میں صدرِ اول کی قید ملحوظ ہے جیسا کہ احناف کے ہاں ذکر کردہ تعریفات میں یہ چیز نمایاں طور پر موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ صدر اول کے بعد کے زمانے کے مجہول کو بھی وہ بیان کرتے ہیں لیکن ان کی عمومی بحث کا تعلق صدر اول کے رواۃ سے ہے۔ پھر استعمال کے لحاظ سے احناف کے ہاں صدر اول کے بعد کے مجہول راوی پر وہ مستور کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کا حکم بھی الگ ہے یہ الگ بات ہے کہ اصطلاح کے لحاظ سے احناف کے ہاں مجہول اور مستور میں فرق نہیں ہے۔

4۔ محدثین کے ہاں جہالت کے دو اسباب ہیں:

1۔ کبھی راوی نام، والد کے نام، لقب، صفت، پیشے اور نسب وغیرہ میں سے ہر ایک سے موسوم ہوتا ہے اور ان میں سے کسی ایک سے مشہور ہو جاتا ہے، تو کسی غرض کی وجہ سے اسے اس کے غیر معروف نام و لقب سے ذکر کیا جائے اور یہ گمان پیدا ہو جائے کہ یہ کوئی اور ہے اس سے اس کا حال مجہول رہ جاتا ہے، جیسے محمد بن سائب بن بشر الکلبی ہیں کہ بعض نے آپ کو باپ اور بعض نے دادا کی طرف منسوب کیا، اور بعض نے حماد بن الصائب کہا ہے، بعض نے آپ کی کنیت ابو النضر، بعض نے ابو سعید اور بعض نے ابو ہشام ذکر کی ہے جس سے لگتا ہے یہ بہت سے لوگ ہیں، حالانکہ یہ تو ایک فرد ہی ہیں۔

2۔ جہالت کا دوسرا سبب کسی سے روایت لینے والوں کی تعداد کا کم ہونا ہے اگرچہ ان کا نام مذکور ہو، اور اگر نام بھی حذف ہو جائے تو پھر ابہام بڑھ جاتا ہے، تو جب اس کا نام ہی نہیں ہے تو اس کی ذات ہی مجہول ہو گئی تو اس کی عدالت کیسے معلوم ہو گی؟[34]

اس کے برعکس احناف کے ہاں جہالت کا ایک ہی سبب ہے اور وہ حدیث مبارکہ کے اخذ و تحدیث میں عدم شہرت ہے۔

5۔ محدثین کے ہاں مستور اور مجہول الحال ایک ہیں گویا مستور مجہول کی قسم ہے جبکہ احباف کے ہاں مستور اور مجہول ایک ہی چیز ہے۔ البتہ استعمال کے لحاظ سے احناف صدر اول پر مجہول اور بعد کے مجہول راوی پر مستور کا اطلاق کر دیتے ہیں۔

خبر مجہول کا احناف کے ہاں حکم:۔

احناف کے ہاں مجہول راوی کو زمانہ کے لحاظ سے لیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے مجہول راوی کی دو اقسام ہیں:

1۔ صدر اول کا مجہول راوی　　　　2۔ صدر اول کے بعد کا مجہول راوی۔

صدرِ اول کے رواۃ میں چونکہ اصل کے اعتبار سے تعدیل ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس دور کے اہل اسلام کی خیریت اور عدالت کی خبر دی ہے۔ اس لیے اس دور کے رواۃ میں اصل تعدیل ہے اس لیے اگر اس دور کا راوی اگرچہ مجہول ہو تو چونکہ عدالت ظاہری موجود ہے اس لیے اس کی روایت مقبول ہے، ہاں قرائن کی صورت میں اسے رد کیا جائے گا اور اگر مجہول راوی کا تعلق صدر اول کے بعد کے زمانہ سے ہو تا تو چونکہ اس زمانہ میں کذب عام ہو گیا تھا اس لیے اس کی روایت اصلا غیر مقبول ہو گی اور بعض شرائط و قرائن کے بعد اسے قبول کیا جائے گا۔

صدرِ اول کے مجہول راوی کی حکم کے لحاظ فخر الاسلام بزدوی، شمس الائمہ سرخسیؒ اور دیگر اصولیین احناف نے پانچ اقسام بنائی ہیں۔

امام سرخسیؒ (490ھ) فرماتے ہیں:

وروایة هذا النوع على خمسة أوجه أحدها أن يشتهر لقبول الفقهاء روايته والرواية عنه والثاني أن يسكتوا عن الطعن فيه بعد ما يشتهر والثالث أن يختلفوا في الطعن في روايته والرابع أن يطعنوا في روايته من غيرخلاف بينهم في ذلك والخامس أن لاتظهر روايته ولاالطعن فيه فيما بينهم [35]

اس نوع کی روایات پانچ قسم کی ہیں:

1۔ وہ روایت، جو فقہاء کے اسے قبول کرنے اور اسے روایت کرنے کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔

2۔ اس روایت کے مشہور ہونے کے بعد اس کے بارے میں طعن کرنے سے ائمہ خاموش رہیں۔

3۔ اس کی روایت میں طعن کرنے میں ان کا اختلاف ہو جائے۔

4۔ اس کی روایت میں طعن کرنے میں اتفاق ہو۔

5۔ اسلاف میں نہ اس کی روایت ظاہر ہوئی ہو اور نہ ہی اس کے بارے میں ان کا طعن ظاہر ہوا ہو۔

خبر مجہول کی ان اقسام کا حکم یہ ہے کہ اگر اسلاف اس روایت کو بیان کریں اور اس کی صحت کی گواہی دے دیں تو وہ معروف حدیث کی طرح مقبول ہو گی، اور اگر اسے نقل کرنے کے بعد اس میں طعن سے خاموش رہیں تو بھی وہ حدیث مقبول ہو گی کیونکہ بیان کے موقعہ پر خاموشی بیان ہی شمار ہوتی ہے تو اگر اس روایت میں کوئی قابلِ گرفت بات ہوتی تو اسلاف اس پر ضرور گرفت کرتے کہ اسلاف پر کوتاہی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ اور اگر اس کی روایت کو ثقات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں اختلاف کریں، تو یہ حدیث بھی احناف کے نزدیک مقبول ہو گی، اور اگر کسی حدیث کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا رد ہی ظاہر ہو تو وہ روایت منکر ہو گی اور مقبول نہ ہو گی۔ اور اگر وہ روایت اسلاف کے ہاں ظاہر نہ ہوئی ہو کہ اسے رد و قبول کا سامنا کرنا پڑتا، تو ایسی روایت کی وجہ سے قیاس کو نہیں چھوڑا جائے گا

اور نہ ہی اس پر عمل واجب ہو گا بلکہ اس پر عمل کرنا جائز ہو گا کیونکہ اس زمانے میں عدالت اصل ہے۔[36]

حاصلِ کلام یہ ہے کہ احناف کے نزدیک خبرِ مجہول صرف اس صورت میں مردود ہو گی جب سلف نے اسے بالاتفاق رد کر دیا ہو، باقی تمام صورتوں میں وہ مقبول ہو گی۔

ابن ہمامؒ (861ھ) لکھتے ہیں:

(فَإِن قبله السّلف أَوسكتوا إِذْ بَلغهُمْ أَواخْتلفُوا قبل) وَقدم على الْقيَاس (كَحَدِيث معقل) (أَو ردوه) أَي السّلف حديث الْمَجْهُول (لَايجوز) العمل به (إِذاخالفه) الْقيَاس، لأَنهم لَا يتهمون برد الحَدِيث الصَّحِيح، فاتفاقهم على الرد حِينئذ دلِيل على اتهامه فِي الرواية [37]

تو اگر اس مجہول روایت کو سلف قبول کر لیں یا جب انہیں یہ پہنچے تو وہ خاموش رہیں، یا ان کا اس بارے میں اختلاف ہو جائے تو اس روایت کو قبول کیا جائے گا اور اسے قیاس پر مقدم رکھا جائے گا جیسے حضرت معقل کی روایت ہے، یا پھر اس حدیث مجہول کو سلف نے رد کر دیا ہو گا تو اس پر عمل جائز نہیں جب یہ قیاس کے خلاف ہو، کیونکہ ان پر صحیح حدیث کے رد کا الزام نہیں لگایا جا سکتا، تو اس صورت میں ان کا اس کے رد پر اتفاق اس بات کی دلیل ہو گی کہ وہ راوی اس روایت میں متہم ہے۔

خبر مجہول کی قبولیت کی احناف کے نزدیک جو بنیاد ہے اسے شمس الائمہ سرخسیؒ (490ھ) یوں بیان فرماتے ہیں:

المجهول من القرون الثلاثة عدل بتعديل صاحب الشرع إياه ما لم يتبين منه ما يزيل عدالته فيكون خبره حجة على الوجه الذي قررنا[38]

قرونِ ثلاثہ کا مجہول راوی، صاحبِ شرع کی تعدیل کی وجہ سے عادل قرار دیا جا چکا ہے، تو جب کوئی ایسا امر اس سے صادر نہ ہو جو اس کی عدالت کو زائل کر دے، اس کی خبر اسی وجہ سے حجت رہے گی جو ہم نے بیان کر دی۔

یہی وجہ فخر الاسلام بزدویؒ (482ھ) نے بھی بیان کی ہے۔[39]

یہ ساری تفصیل احناف کے ہاں اس وقت ہے جب مجہول راوی کا تعلق قرونِ ثلاثہ سے ہو، اس کے بعد کے زمانے میں چونکہ وہ تعدیل نہیں رہی بلکہ بعد کے زمانوں میں کذب کے افشاء کی پیش گوئی کی ہے اس لیے وہاں یہ حکم نہیں بلکہ وہاں جب تک تمام یا بعض ائمہ سلف کی جانب سے اس کی تعدیل نہ ہو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

شمس الائمہ سرخسیؒ (490ھ) فرماتے ہیں:

وأن الحكم في رواية المجهول أنه لايكون حجة للعمل إلا أن يتأيد بمؤيد وهو قبول السلف أو بعضهم روايته (40)

اور مجہول (قرونِ ثلاثہ کے بعد کی) کی روایت میں حکم یہ ہے کہ وہ عمل کے لیے حجت نہیں مگر یہ کہ کسی مؤید سے اس کی تائید آجائے، اور وہ مؤید، تمام اسلاف یا بعض اسلاف نے اس کی روایت کو قبول کیا ہو۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ احناف کے ہاں ارسال کی طرح جہالت بھی قرونِ ثلاثہ میں کوئی عیب اور قدح نہیں، اس لیے ان کا تحمل کیا جائے گا اور اس دور میں یہ علت قادحہ نہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسا دور تھا کہ جس کی عدالت اور خیریت کی حضور اکرم ﷺ نے گواہی دی تھی اس لیے اسے یہ امتیاز حاصل ہے۔ البتہ اگر اس دور کے کسی راوی کے بارے میں کسی امام فن نے مفسر جرح کی ہو تو ایسی صورت میں اس کی روایت مقبول نہ ہو گی، کیونہ اس دور میں خیریت غالب تھی کہیں کہیں اکا دکا لوگ مطعون ٹھہرتے تھے۔ اور اس بات کا اقرار محدثین نے بھی کیا ہے کہ اس عہدِ تابعین تک لوگوں میں عدالت غالب تھی۔

اور اس موقف میں احناف اکیلے نہیں بلکہ محدثین کی ایک جماعت کا بھی یہی موقف ہے، ابن حبانؒ (354ھ) نے اسی کو اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

العدل من يعرف فيه الجرح وإذا التجريح من التعديل، فمن لم يجرح فهو عدل حتي يتبين جرحه إذا لم يكلف الناس ما غاب عنهم [41]

عادل وہ راوی ہے جس میں جرح معروف نہ ہو اور جرح تو تعدیل کے بعد ہوتی ہے، تو جس کے بارے میں جرح نہ ہو تو وہ عادل ہے یہاں تک کہ اس کی جرح واضح ہو جائے، کیونکہ لوگوں کو ان امور کا مکلف نہیں بنایا گیا جو ان سے غائب ہیں۔

امام سخاویؒ (902ھ) لکھتے ہیں:

وتكلم في الرجال كما قاله الذهبي جماعة من الصحابة ثم من التابعين كالشعبي وابن سيرين ولكنه من التابعين بقلة لقلة الضعف في متبوعهم إذا أكثرهم صحابة عدول وغير الصحابة من المتبوعين أكثرهم ثقات ولا يكاد يوجد في القرن الأول الذي انقرض في الصحابة وكبار التابعين ضعيف إلا الواحد بعد الواحد كالحارث الأعور والمختار الكذاب [42]

اور رجال حدیث میں صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کلام کیا ہے جیسا کہ امام ذہبیؒ نے بیان کیا ہے، پھر تابعین میں سے امام شعبیؒ، ابن سیرین وغیرہ نے کلام کیا، اور تابعین میں یہ (کلام کرنے

والے) کم ہیں کیونکہ ان کے متبوعین میں ضعف کم تھا کیونکہ ان میں اکثر صحابہ تھے جو عادل تھے اور صحابہ کرام کے علاوہ اکثر لوگ ثقہ ہیں، قرنِ اول میں، جس میں صحابہ اور کبار تابعین تھے، کوئی اکادکا ضعیف راوی پایا جاتا تھا، جیسے حارث اعور اور مختار کذاب ہیں۔

احناف اور محدثین میں مجہول کے حکم میں فرق:۔

احناف اور محدثین کے ہاں چونکہ جہالت کی تعریف میں ہی اختلاف ہے اس لیے ان کے مابین مجہول کے حکم میں اختلاف بھی ایک فطری بات تھی ذیل ان حکمِ مجہول میں احناف اور محدثین فرق کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

1۔ محدثین کے ہاں مجہول کی دونوں اقسام خواہ وہ مجہول العین ہو یا مجہول الحال ہو ان کی روایات مقبول نہیں ہیں جبکہ احناف کے نزدیک صدرِ اول کے مجہول کی روایت کی پانچ صورتیں ہیں جن میں سے صرف ایک صورت میں مجہول راوی کی روایت مردود ہو گی جسے سلف نے بالاتفاق رد کر دیا ہو، باقی تمام صورتوں میں مجہول کی روایت مقبول ہو گی۔

2۔ محدثین کے ہاں مجہول کی روایت میں زمانہ کا کوئی اعتبار نہیں ہر زمانے کی مجہول کا ایک ہی حکم ہے جبکہ احناف کے ہاں صدور اور اور بعد کے زمانے کے مجاہیل میں فرق ہے، صدر اول کے مجہول کی روایت اصل کے لحاظ سے مقبول اور اس کے بعد کے دور کی روایت اصل کے لحاظ سے مردود ہے۔

3۔ محدثین کے جہالت اصل کے لحاظ سے وجہ طعن ہے جبکہ احناف کے نزدیک یہ وجہ طعن نہیں ہے بلکہ صدر اول میں انکار سلف کی وجہ سے اس کی روایت مردود ہو گی اور صدر اول کے بعد فسق کے عام ہونے کی وجہ سے اس کی روایت مردود ہو گی۔

متکلمین اصولیین کے ہاں مجہول کا مفہوم:۔

متکلمین کی ابتدائی کتب میں مجہول یا مستور کی باقاعدہ تعریف نہیں ملتی بلکہ جرح و تعدیلِ راوی یا شرائط راوی کے ضمن میں عدالتِ راوی کے ماتحت اس کے حکم پر بات کی جاتی ہے اور عموما راوی کی تقسیم اس انداز سے کرتے ہیں ہیں کہ اس کا مفہوم واضح ہو جائے۔ جیسا کہ اللمع میں علامہ شیرازیؒ (476ھ) لکھتے ہیں:

وجملته أن الراوي لا يخلو إما أن يكون معلوم العدالة أو معلوم الفسق أو مجهول الحال[43]

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی یا تو معلوم العدالۃ ہو گا یا معلوم الفسق ہو گا یا مجہول الحال ہو گا۔

اسی وجہ سے متکلمین اصولیین کے ہاں مجہول کی تعریف و تقسیم میں اس طرح کا تنوع تو نہیں ہے البتہ جو چیزیں اس باب میں ملتی ہے ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عموما متکلمین اصولیین کا مؤقف محدثین کے مؤقف کے قریب ہے

چنانچہ ذیل میں چند کبار متکلمین اصولیین کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔

امام الحرمین علامہ جوینیؒ (478ھ) نے مجہول کی تعریف یوں کی ہے:

مسئلة في رواية المستور الذي لم يظهر منه نقيض العدالة ولم يتفق البحث الباطن عن عدالته.[44]

یہ مسئلہ مستور راوی کے بارے میں ہے، (مستور) جس سے عدالت کی نقیض (فسق) ظاہر نہ ہوا ہو اور اس کی عدالت باطنی کے بارے میں بحث کا اتفاق نہ ہوا ہو۔

متکلمین اصولیین کے ہاں مجہول کا حکم:۔

جیسا کہ اوپر گزرا کہ متکلمین اصولیین کے ہاں مجہول راوی کی تعریف و تقسیم کے ضمن میں جو معلومات ملتی ہیں وہ تقریبا محدثین کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق ہیں ذیل میں مجہول سے متعلق چند نصوص ذکر کی جاتی ہیں۔

امام شافعیؒ (204ھ) کتاب الام میں مسئلہ ولاء میں ایک حدیث سے استدلال نہ کرنے کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قُلْت؛لِأَنَّهُ عَنْ رَجُلٍ مَجْهُولٍ وَمُنْقَطِعٌ وَنَحْنُ وَأَنْتَ لَا نُثْبِتُ حَدِيثَ الْمَجْهُولِينَ، وَلا الْمُنْقَطِعَ مِنْ الْحَدِيثِ[45]

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مجہول و منقطع راوی سے مروی ہے اور ہم اورآپ مجہولین کی روایت اور منقطع حدیث کو ثابت نہیں کرتے۔

امام الحرمین علامہ جوینیؒ (478ھ) لکھتے ہیں:

الذي صار إليه المعتبرون من الأصوليين أنه لا تقبل روايته وهو المقطوع به عندنا.....والذي أوثره في هذه المسألة ألا نطلق رد رواية المستور ولا قبولها بل يقال رواية العدل مقبولة ورواية الفاسق مردودة ورواية المستور موقوفة إلى استبانة حالته۔ [46]

معتبر اصولیین کا مؤقف یہ ہے کہ اس کی روایت مقبول نہیں ہو گی اور یہی ہمارے نزدیک فیصلہ کن بات ہے۔۔۔۔ اس مسئلہ میں، میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ ہم مستور کی روایت کا مطلقانہ قبول کریں اور نہ رد بلکہ یوں کہاجائے کہ عادل کی روایت مقبول ہو گی اور فاسق کی روایت مردود ہو گی اور مستور کی روایت اس کے حال کے واضح ہونے تک موقوف رہے گی۔

امام فخر الدین رازیؒ (606ھ) لکھتے ہیں:

قال الشافعي رضي الله عنه رواية المجهول غير مقبولة بل لا بد فيه من خبرة ظاهرة والبحث عن سيرته وسريرته وقال أبو حنيفة رحمه الله وأصحابه يكفي في قبول الرواية الإسلام بشرط سلامة الظاهر عن الفسق۔ [47]

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجہول کی روایت مقبول نہیں ہے بلکہ اس کے ظاہر کی جانچ پڑتال اور اس کے احوال کی چھان پھٹک ضروری ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب روایت کے قبول کرنے میں اسلام کو کافی سمجھتے ہیں بشرطیکہ وہ ظاہری طور پر فسق سے سالم ہو۔

ابن قدامہ الحنبلیؒ (620ھ) مجہول کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا يقبل خبر مجهول الحال في هذه الشروط، في إحدى الروايتين وهو مذهب الشافعي. والأخرى يقبل مجهول الحال في العدالة خاصة، دون بقية الشروط. وهو مذهب أبي حنيفة۔ [48]

اور ایک روایت میں ان شرائط (اسلام، تکلیف، عدالت اور ضبط) میں مجہول راوی کی روایت مقبول نہیں ہو گی اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صرف عدالت میں مجہول کی روایت مقبول ہو گی اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ محدثین کی طرح متکلمین کے ہاں عموماً یہی بات معتبر ہے کہ مجہول راوی کی روایت معتبر نہیں ہو گی کیونکہ راویت کے قبول کرنے کے لیے عادل ہونا شرط ہے اور اس میں چونکہ جہالت ہے اس لیے عدالت کے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی روایت معتبر نہ ہو گی۔ اور یہی بات ابوزکریا محمد بن موسی الرہونیؒ (773ھ) نے لکھی ہے۔ [49]

متکلمین وفقہاء کے درمیان محل اختلاف کا تعین اور اس کا سبب:۔

سابقہ بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احناف کے ہاں مجہول کی روایت نہ مطلقاً مقبول ہے اور نہ مطلقاً مردود ہے بلکہ ان کے ہاں تفصیل ہے کہ صدرِ اول کے مجہول کی روایت باعتبار اصول مقبول اور بعد کے زمانے کے مجہول کی روایت باعتبار اصل مردود ہے لہذا صرف صدرِ اول کے مجہول راوی کی روایت ہی محلِ اختلاف ہے۔ اس صورت میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ صدر اول میں احناف کے نزدیک اصل عدالت ہے اس لیے جب تک اس کے خلاف پر کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے اس میں عدالت ہی معتبر ہو گی اور متکلمین کے ہاں اس دور میں اصل فسق ہے لہذا جب تک عدالت ثابت نہیں ہو گی روایت معتبر نہیں ہو گی۔

ابوزید الدبوسیؒ (430ھ) لکھتے ہیں:

ولأن الأصل في العقلاء العدالة والضبط حتى يثبت غيره من واحد...... وكان من قرن كان الغالب عليهم العدالة والضبط، وهو قرن رسول الله ﷺوعلى هذا أمر التابعين والصالحين على ما قال النبيﷺ: "خير الناس رهطي الذين أنا فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشوا الكذب" فأما اليوم فرواية المجهول لا تقبل حتى تظهر عدالته لغلبة الفسق.[50]

اور اس لیے کہ عقلاء میں اصل عدالت اور ضبط ہے یہاں تک کسی سے اس کا غیر ثابت ہو جائے۔ ۔۔۔ اس کا تعلق اس زمانہ سے ہے جس میں عدالت وضبط غالب تھا اور یہ حضور اکرم ﷺ کا زمانہ ہے اور یہی کیفیت تابعین وصالحین کے دور میں رہی جیسا نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"لوگوں میں بہترین میرا زمانہ ہے پھر ان سے ملے لوگوں کا اور پھر ان سے ملے لوگوں کا اور پھر جھوٹ پھیل جائے گا"۔ البتہ آج کا دور (صدر اول کے بعد) تو اس میں مجہول کی روایت مقبول نہیں ہو گی یہاں تک کہ اس کی عدالت ظاہر ہو جائے، (اس دور میں) غلبہ فسق کی وجہ سے۔

اسی کو شمس الائمہ سرخسیؒ (490ھ) نے بیان کیا ہے[51] جس کا حاصل یہ ہے کہ احناف کے ہاں صدر اول میں اصل عدالت ہے اور اس کے بعد کے زمانہ میں اصل فسق ہے اس پر بنیاد رکھتے ہوئے انہوں نے مجہول حکم بیان کیا ہے۔ اور حدیث مرسل میں بھی اختلاف کی بنیاد یہی زمانہ کا فرق ہے۔ اس کے برعکس متکلمین کے ہاں رواۃ میں اصل فسق ہے لہذا جہاں ثبوتِ عدالت کے دلائل نہیں پائے جائیں گے اس میں توقف کیا جائے گا اور اس کی روایت پر عمل نہیں ہو گا اور اس توقف کی بنیاد پر وہ روایت غیر مقبول کے زمرے میں رہے گی۔

امام الحرمین علامہ جوینیؒ (478ھ) لکھتے ہیں:

الرواية قبولها موقوف على ظهور العدالة ومن يخالف يزعم أن الرد منوط بظهور الفسق[52]

روایت کے قبول کا مدار عدالت کے ظہور پر ہے اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے اس کا گمان یہ ہے کہ عدم قبول کا مدار فسق کے ظاہر ہونے پر ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ (606ھ) لکھتے ہیں:

لنا أوجه الأول الدليل ينفي العمل بخبر الواحد لقوله تعالى إن الظن لا يغني من الحق شيئا خالفناه في حق من اختبرناه لأن الظن هناك أقوى فيبقى في المجهول على الأصل [53]

ہمارے بہت سے دلائل ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ دلیل خبر واحد پر عمل کی نفی کرتی ہے کیونکہ

اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ ظن حق میں سے کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا۔ ہم نے اس آیت کی ان رواۃ آحاد میں مخالفت کی ہے جنہیں ہم جانچ چکے ہیں کیونکہ ظن وہاں غالب ہو چکا ہے لہذا یہ (آیت کا حکم) مجہول کے حق میں اصل کی بنیاد پر باقی رہے گا۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ متکلمین کے نزدیک رواۃ میں اصل یہ ہے کہ ان کی روایت پر عمل نہ ہو اور عمل کرنے کے عدالت کا ظہور ضروری ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الفکر، سوریا، 1424ھ، 28/255

2۔ افریقی، محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ، 11/129

3۔ ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن، معرفۃ انواع علوم الحدیث، دار الفکر، سوریا، 1406ھ، ص111 (ت، عتر)

4۔ زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر، النکت علی ابن الصلاح، اضواء السلف، ریاض، 1419ھ، ص266

5۔ أنصاری، زین الدین أبي یحیی زکریا بن محمد بن زکریا، فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ، 1/324

6۔ عثمانی، ظفر احمد، قواعد فی علوم الحدیث، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ص204، 205

7۔ زرکشیؒ، النکت علی ابن الصلاح، ص264، تقریب میں نوویؒ لکھتے ہیں: ورواية المستور وهو عدل الظاهر خفى الباطن (التقریب مع تدریب، 1/268) اس قسم کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ عراقیؒ لکھتے ہیں: والقسمُ الثاني: مجهولُ الحالِ في العدالةِ في الظاهرِ والباطنِ، مع كونهِ معروفَ العَيْنِ بروايةِ عدلينِ عنه. وفيه أقوالٌ:أحدُها:وهو قولُ الجماهيرِ، كما حكاهُ ابنُ الصلاحِ أنَّ روايتَهُ غيرُمقبولةٍ.والثاني:تقبلُ مطلقاً، وإنْ لم تقبلْ روايةُ القسمِ الأولِ.قال ابنُ الصلاحِ:وقديَقبلُ روايةَ المجهولِ العدالةِ مَنْ لا يَقبلُ روايةَ المجهولِ العينِ. والثالثُ:إنْ كانَ الراويانِ، أو الرواةُ عنه فيهم مَنْ لا يَروِي عن غيرِعَدْلٍ قُبِلَ، وإلاَّ فلاَ.(1/354، 355)

8۔ زرکشیؒ، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ، النکت علی ابن الصلاح، ص265

9۔ زرکشیؒ، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ، النکت علی ابن الصلاح، ص267، یہی تعریف علامہ عراقیؒ نے التبصرہ والتذکرہ میں ذکر کی ہے، 1/324

10۔ سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، دار طیبہ، 1/268

11۔ العراقی، أبو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمن بن أبي بکر بن إبراھیم، التبصرۃ والتذکرۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ 1/323

12۔ السخاوی، شمس الدین أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بکر بن عثمان بن محمد، فتح المغیث، مکتبۃ السنۃ، مصر، 1424ھ، 1/344

13۔ العسقلانی، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح أھل الأثر، مکتبۃ البشری، کراچی، 1440ھ، ص101

14۔السخاوی، أبوالخیر محمد بن عبدالرحمن، فتح المغیث، 1/344

15۔العسقلانی، ابن حجر، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح أھل الأثر، ص102

16۔ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن، مقدمۃ ابن الصلاح، مع النکت للزرکشیؒ، ص264

17۔العراقی، عبدالرحیم بن الحسین، التبصرۃ والتذکرۃ، 1/350

18۔العسقلانی، ابن حجر، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الأثر، ص101

19۔سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، 1/269، مجہول العین کے بارے میں یہی اقوال علامہ عراقیؒ نے التبصرۃ میں نقل کیے ہیں (1/350،351)

20۔سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، 1/268، کذا فی معرفۃ علوم الحدیث لابن الصلاح، تحقیق: نور الدین عتر، ص112

21۔ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن، معرفۃ أنواع علوم الحدیث، ص112

22۔العسقلانی، ابن حجر، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الأثر، ص102

23۔الجصاص، أحمد بن علی أبو بکر الرازی، الفصول فی الاصول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1435ھ، 2/24

24۔دبوسی، أبو زید عبداللہ بن عمر بن عیسی، تقویم الأدلۃ فی أصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ، ص180

25۔سرخسی، محمد بن أحمد بن أبي سھل شمس الأئمۃ، اصول السرخسی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1414ھ، 1/342

26۔بزدوی، علی بن محمد، اصول بزدوی، مطبع جاوید پریس، کراچی، ص160

27۔البخاری، عبدالعزیز بن أحمد بن محمد، علاء الدین، کشف الاسرار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، 2/560

28۔ابن امیر حاج، أبو عبداللہ، شمس الدین محمد بن محمد بن محمد المعروف، التقریر والتحبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1403ھ، 2/251

29۔البخاری، عبدالعزیز بن أحمد، کشف الاسرار، 3/20

30۔ابن امیر حاج، أبو عبداللہ محمد بن محمد، التقریر والتحبیر، 2/247

31۔امیر بادشاہ، محمد أمین بن محمود البخاري، تیسیر التحریر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1403ھ، 3/48، ان دونوں حضرات کے الفاظ بھی ایک جیسے ہیں کہ وَھُوَ مَنْ لَمْ تُعْرَفْ عَدَالَتُهُ وَلَا فِسْقُهُ

32۔ابن الحنبلی، محمد بن إبراھیم بن یوسف الحلبي، قفو الأثر، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب، 1408ھ، ص86

33۔خطیب بغدادیؒ (463ھ) الکفایہ میں لکھتے ہیں: وأقل ما ترتفع به الجهالة أن يروى عن الرجل اثنان فصاعدا من المشهورين بالعلم۔ ۔ ۔ نا أبو زكريا يحيى بن محمد بن يحيى قال سمعت أبى يقول إذا روى عن المحدث رجلان ارتفع عنه اسم الجهالة (الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص:84) کم از کم وہ تعداد جس سے جہالت ختم ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مجہول راوی سے دو یا زیادہ ایسے لوگ روایت کریں جو علم میں مشہور ہوں۔۔۔ مزید فرماتے ہیں، ہمیں ابوزکریا یحیی بن محمد بن یحیی نے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب کسی محدث سے دو شخص روایت بیان کریں تو اس سے جہالت کا نام مرتفع ہو جاتا ہے۔

تدریب الراوی میں سیوطیؒ (911ھ) فرماتے ہیں: ثم من روى عنه عدلان عيناه ارتفعت جهالة عينه (1/269)۔ کسی شخص سے دو شخص روایت کریں تو اس کی ذات سے جہالت ختم ہو جاتی ہے۔

34۔العسقلانی، ابن حجر، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح أھل الأثر، ص99-100

35۔ سرخسی، محمد بن أحمد، اصول السرخسی، 1/342؛ البزدوي، فخر الإسلام علي بن محمد، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، تحقیق، د۔ سائد بکداش، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، 1403ھ، ص158

36۔ البزدوي، فخر الإسلام علي بن محمد، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، ص160، توضیح مع تلویح، 2/10

37۔ امیر بادشاہ، محمد أمین بن محمود البخاري، تیسیر التحریر، 3/53

38۔ سرخسی، محمد بن أحمد، اصول السرخسی، 1/352

39۔ البزدوي، فخر الإسلام علي بن محمد، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، ص167

40۔ سرخسی، محمد بن أحمد، اصول السرخسی، 1/345

41۔ السخاوی، أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن، فتح المغیث، 1/346

42۔ السخاوی، أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن، فتح المغیث شرح ألفیۃ الحدیث، 3/266

43۔ شیرازی، أبو اسحاق إبراهیم بن علي بن یوسف، اللمع فی أصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1424ھ، ص77

44۔ الجوینی، امام الحرمین، عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد، البرہان فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1418ھ، 1/234

45۔ شافعی، محمد بن ادریس، الام، بیروت، دار المعرفۃ، 1410ھ، 4/137، الخلاف فی الولاء

46۔ الجوینی، امام الحرمین، عبد الملک بن عبد اللہ، البرہان فی اصول الفقہ، 1/235

47۔ الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمي، المحصول، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1418ھ، 4/402

48۔ ابن قدامہ، موفق الدین عبد اللہ بن أحمد بن محمد، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الإمام احمد بن حنبل، جامعۃ الامام، ریاض، 1399ھ، 1/334، 335

49۔ الرہونی، أبو زکریا یحیی بن موسی، تحفۃ المسؤول فی شرح مختصر منتہی السول، دار البحوث للدراسات الإسلامیۃ، دبی، 1422ھ، 2/372 وہ لکھتے ہیں: مجهول الحال قد يكون مجهول العدالة في الظاهر والباطن.فمذهب الجمهور أن روايته غير مقبولة.وعن أبي حنيفة: قبولها.وإن جهلت عدالته الباطنة وكان عدلا في الظاهر وهو المستور قبلت روايته عند كثير من المحدثين وجمع من الشافعية.وأما مجهول العين: فلا تقبل روايته وفسر بمن لم يعرف حديثه إلا من جهة راو واحد على أن في الصحيحين جماعة لم يرو لهم إلا راوٍ واحد

50۔ دبوسی، أبو زید عبد اللہ بن عمر، تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ، ص182

51۔ سرخسی، محمد بن أحمد، اصول السرخسی، 1/344، 345

52۔ الجوینی، امام الحرمین، عبد الملک بن عبد اللہ، البرہان فی اصول الفقہ، 1/236

53۔ الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر التیمی، المحصول، 4/403